امتحانی مشق نمبر 1

(یونٹ 1 - 5)

سوال نمبر 1۔ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے اردو دینی لحاظ سے کیا اہمیت رکھتی ہے؟ سیر حاصل بحث کریں۔ (20)

سوال نمبر 2۔ تدریس اردو کے معاشرتی، سیاسی اور معاشی مقاصد تحریر کریں۔ (20)

سوال نمبر 3۔ پڑھنا سکھانے کے مقاصد کلاس اول سے پنجم تک تحریر کریں۔ (20)

سوال نمبر 4۔ لکھنا سکھانے کے اعلیٰ امور پر جامع نوٹ لکھیں۔ (20)

سوال نمبر 5۔ اردو سننے کے تدریسی مقاصد پر تفصیل سے نوٹ لکھیں۔ (20)

ANS 01

اردو پاکستان کی قومی، علمی اور ثقافتی زبان ہے۔ اگر چہ اس زبان کو سرکاری حیثیت حاصل نہیں ہے تاہم یہ بڑی جامع زبان ہے۔ اس کی اپنی تاریخ ہے اور اس کے دامن میں بڑی وسعت ہے۔ اردو زبان کا شمار بھی دنیا کی بڑی زبانوں میں ہوتا ہے۔ یونیسکو کے اعداد وشمار کے مطابق عام طور پر بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں میں چینی اور انگریزی کے بعدیہ تیسری بڑی زبان ہے اور رابطے کی حیثیت سے دنیا کی دوسری بڑی زبان ہے ۔ کیونکہ برصغیر پاک و ہند اور دنیا کے دوسرے خطوں میں ۸۰ کروڑ سے زیادہ افراد اسے رابطے کی زبان کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں ۔ اردو مشرق بعید کی بندرگاہوں سے مشرق وسطی اور یورپ کے بازاروں ، جنوبی افریقہ اور امریکہ کے متعدد شہروں میں یکساں مقبول ہے۔ یہاں ہر جگہ اردو بولنے اور سمجھنے والے مل جاتے ہیں۔ یہ زبان ایک جاندار اظہار اور اظہار کا جان دار ذریعہ ہے۔

اردو زبان کو تو عام طور پر سولہویں صدی سے ہی رابطے کی زبان تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ اس رابطے کی توسیع عہد مغلیہ میں فارسی زبان کے واسطے سے ہوئی۔ اردو زبان کی ساخت میں پورے برصغیر کی قدیم اور جدید بولیوں کا حصہ ہے۔ یہ عربی اور فارسی جیسی دو عظیم زبانوں اور برصغیر کی تمام بولیوں سے مل کر بننے والی ، لغت اور صوتیات کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی اور قبول عام کے لحاظ سے ممتاز ترین زبان ہے۔

اردو ایک زندہ زبان ہے اور اپنی ساخت میں بین الاقوامی مزاج رکھتی ہے۔ یہ زبان غیر معمولی لسانی مفاہمت کا نام ہے۔ اس کی بنیاد ہی مختلف زبانوں کے اشتراک پر رکھی گئی ہے۔ اردو گویا بین الاقوامی زبانوں کی ایک انجمن ہے۲ ۔ ایک لسان الارض ہے۳ جس میں شرکت کے دروازے عام و خاص ہر زبان کے الفاظ پر یکساں کھلے ہوئے ہیں ۔ اردو میں مختلف زبانوں مثلاً ترکی ، عربی فارسی ، پرتگالی، اطالوی، چینی ، انگریزی ، یونانی، سنسکرت اور مقامی بولیوں اور بھاشایا ہندی سے لیے گئے ہیں۔

غیر زبانوں سے جو الفاظ براہ راست اردو کے ذخیرۂ الفاظ میں شامل ہو گئے ہیں ان میں ۴ ۷۵۸۴ الفاظ عربی

کے، ۶۰۴۱ الفاظ فارسی کے، ۱۰۵ الفاظ ترکی کے، گیارہ الفاظ عبرانی کے اور سات الفاظ سریانی زبان کے ہیں۔ مزید یہ کہ یورپی زبانوں میں سے انگریزی کے پانچ سو، اور ایک سو ترپن ایسے ہیں جو مختلف یورپی زبانوں ، یونانی، لاطینی ، فرانسیسی، پرتگالی ، اور ہسپانوی زبانوں سے مستعار لیے گئے ہیں ۔

اردو میں شامل اصل دیسی الفاظ کا تناسب سواتین فیصد ، سامی ، فارسی، اور ترکی زبان کے الفاظ تقریباً ۲۵فی صد اور یورپی الفاظ کا تناسب صرف ایک فی صد ہے۔ اس جائزے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اردو ایک بین الاقوامی مزاج کی حامل زبان ہے۔ اس میں نہ صرف عربی، فارسی یا مقامی بولیوں کے الفاظ ہیں بلکہ دنیا کی ہر قوم اور ہر زبان کے الفاظ کم و بیش شامل ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کے مزاج میں لچک اور رنگارنگی ہے لیکن وہ کسی زبان کی مقلد نہیں ہے، بلکہ صورت اور سیرت دونوں کے اعتبار سے اپنی ایک الگ اور مستقل زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔

غیر زبانوں کے جو الفاظ اردو میں شامل ہیں وہ سب کے سب اپنے صلی معنوں اور صورتوں میں موجود نہیں بلکہ بہت سے الفاظ کے معنی، تلفظ، املا اور استعمال کی نوعیت بدل گئی ہے ۔ اردو مخلوط زبان ہونے کے باوجود اپنی رعنائی، صناعی اور افادیت کے لحاظ سے اپنی جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ اس نے اپنی ساخت ، مزاج اور سیرت کو دوسری زبانوں کے تابع نہیں کیا۔ ان ہی ظاہری ومعنوی خصوصیات اور محاسن کے اعتبار سے یہ دنیا کی اہم زبانوں میں شمار کی جاتی ہے۔

” کسی زبان کی آوازوں اور کلمات کوضبط تحریرمیں لانے کے لیے جو مربوط نظام وضع کیا جاتا ہے اسے رسم الخط کہتے ہیں ۔ علمائے لسانیات کے نزدیک ایک اچھے رسم الخط کے لیے ضروری ہے کہ اس میں زبان کی ہر آواز کے لیے ایک مخصوص نشان ہو جو اس آواز کو واضح طور پر ادا کر سکے اور دوسرے وہ رسم الخط کی صورت کے لحاظ سے جاذب نظر اور عملی لحاظ سے سہل ہو“ (۵)

اردو رسم الخط زبان کی ساری مروج آوازوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ اردو کے حروف بناوٹ کے لحاظ سے حددرجہ سادہ اور اشکال کے اعتبار سے بہت کم ہیں ۔ اردو زبان اپنے الفاظ کی بناوٹ کی بناء پر دنیا کی ہر زبان کے مقابلہ میں لکھنے ، پڑھنے اور سیکھنے کے حوالے سے آسان ترین زبان ہے۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں اخذ و جذب کی بے پناہ صلاحیت ہے۔ یہ ایک قائم بالذات زبان ہے۔ اس میں یہ صلاحیت ہے کہ دوسری زبانوں سے مفید مطلب الفاظ لے لیتی ہے۔ اگر وہ لفظ اس کے مزاج کے ہم آہنگ ہے تو جوں کا توں رہنے دیتی ہے اور اگر ہم آہنگ نہیں ہے تو اس کو ہم آہنگ بنا لیتی ہے۔ اردو اپنے مزاج میں وسیع القلب زبان ہے۔

اردو میں الفاظ سازی کی بھی گنجائش ہے۔ کسی زبان کی ترقی کا انحصار اس کی الفاظ سازی کی اہلیت اور انہیں برتنے کی قوت پر ہوتا ہے ۔ اردو میں یہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے ۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت اردو زبان میں عام طور پر استعمال ہونے والے لفظوں کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے۔ اصطلاحی الفاظ ان کے علاوہ ہے۔ الفاظ کا اتنا بڑا ذخیرہ انگریزی کے علاوہ غالباً کسی اور زبان میں نہیں ہے۔ اور چونکہ بین الاقوامی مزاج کی

حامل زبان ہے اور اس حیثیت سے اصلاحات سازی کی عالمی کوششوں سے یکساں استفادہ کر سکتی ہے۔

اردو زبان اپنی لسانی مفاہمت اور افادیت کے علاوہ اپنے اندر ایک تہذیبی اور ثقافتی پہلو بھی رکھتی ہے۔ یہ اپنے علمی ، ادبی اور دینی سرمائے کے اعتبار سے بڑی باثروت زبان ہے ۔ اردو میں وسعت پذیری کی بے پناہ طاقت موجود ہے۔ یہ جتنی وسیع ہے اتنی ہی عمیق بھی ہے۔ دینی اور دینوی علوم و فنون کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ پھر بھی اس کی گنجائش بے اندازہ ہے ۔ اردو زبان ہماری تہذیب و ثقافت کی آےئنہ دار ہے ۔ دنیا کی قدیم زبانوں کے مقابلے میں اگرچہ یہ کم عمر ہے لیکن ادبی اور لسانی حیثیت سے اس کا پلہ سینکڑوں زبانوں پر بھاری ہے۔ اردو زبان میں ہماری تہذیب و ثقافت کی تاریخ محفوظ ہے۔ اس کی بدولت ہم اپنے آپ کو ایک متمدن اور ترقی یافتہ قوم کا جانشین خیال کرتے ہیں۔

اردو چونکہ بین الاقوامی مزاج رکھتی ہے اس لیے نہ وہ مغرب کے لیے اجنبی ہے نہ مشرق کے لیے۔ یورپ کے لوگ کئی صدیوں سے اردو زبان سے واقف ہیں اور انہوں نے اس زبان میں گراں قدر علمی و ادبی کارنامے بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ یورپ کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں اردو زبان و ادب کے تراجم پر کئی زبانوں میں کام ہو رہا ہے ۔ اسی طرح اردو میں بھی متعدد زبانوں کی تخلیقات کے تراجم ہوئے اور ہو رہے ہیں ، لیکن اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ غیر زبانوں کے تکنیکی، سائنسی اور علمی و فنی کتب و مضامین کو زیادہ سے زیادہ اردو کے قالب میں ڈھالا جائے تاکہ جدید دور کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔ عصر حا ضر میں مختلف ملکوں پر زبانوں اور ان کے ادبی خزانوں تک رسائی آسانی سے ممکن ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کے ذریعے مختلف علاقوں کے رہنے والے لوگ ایک دوسرے کے مزید قریب آسکتے ہیں اور ایک دوسرے کے لسانی واادبی سرمائے کو سمجھ کر تہذیبی حوالوں ے ایک دوسرے کی شناخت میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔

اردو زبان محبت کی سفیر ہے ۔ یہ مختلف ذہنی دھاروں سے تعلق رکھنے والے ، مختلف عقائدسے وابستہ ، مختلف مزاجوں کے حامل بڑے گروہوں کی تخلیقی و تصنیفی زبان ہے اور بول چال کی سطح پر دنیا کے لاتعداد ممالک میں وہاں کی گلیوں، کوچوں ، بازاروں اور گھروں میں اپنی زندگی کا ثبوت دے رہی ہے اور عالمی سطح پر اپنے حلقہ اثر میں وسعت پیدا کر رہی ہے۔

اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اردو ایک جامع زبان ہے۔ تاہم اردو زبان کے تحفظ اور اس کی اہمیت کو تسلیم کروانے کے لیے ہمیں چند نکات پر سنجیدگی سے غور کرنا چائیے اور اس کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا جانا چائیے۔ اول یہ کہ غیر ملکی زبانوں کے سائنسی علوم و فنون کو اردوکے قالب میں ڈھالا جائے جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔ دوئم اردو کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہونی چائیے تاکہ عالمی سطح پر اس کی اہمیت واضح ہو سکے اور اس کا وقار قائم ہو۔اس کے علاوہ اردو دشمنی کے روئیے اور رجحان کا سدباب ضروری ہے۔

ANS 02

اردو بنیادی طور پر ایک ہندآریائی زبان ہے اور حکومت ہند کی جانب سے منظور شدہ ۲۳زبانوں میں سے آپ نے ڈاکٹر درانی اپنی کتاب" علم تدریس اردو" میں لکھتے ہیں کہ دنیامیں بولنے کے اعتبار سے اردو دوسرے درجہ پر ہے۔آج یہ زبان تمام ہندوستانیوں کی مشترکہ زبان ہے، اور خوشبو بن کر دنیا کے تمام خطوں اورعلاقوں میں بکھر چکی ہے اور لوگوں کے ذہن دماغ کو معطر کررہی ہے ان جگہوں پر اپنا جلوہ دکھارہی ہے، جہاں پہلے اس کا وجود نہیں تھا، اور اس کا سہرا اردو کے ان چاہنے والوں کو جاتا ہے، جو نامساعد حالات مینبھی اردو کا مشعل تھامے آگے بڑھ رہے ہیں۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ تقسیم ہند کے بعد ہمارے ملک میں اردو اپنوں اور غیروں کے ظلم وستم کی شکار ہوگئی ، گزشتہ سات دہائیوں میں ترقی کی منزلیں طے کرنے کی جگہ محدود ہوتی اور سمٹتی چلی گئی اور مسلسل زوال کی طرف جارہی ہے، ایسے حالات میں یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ ہم اردو کو اس کا حق دلانے کے لئے جد وجہد کریں۔

اردو کی ترقی کے لئے سب سے اہم اورضروری چیز اس کی تعلیم ہے، اگرکسی زبان کی تعلیم کا نظام درہم برہم ہوجائے تو پھر اسے تباہ ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ دنیا کی تمام بڑی زبانیں اور خود اردو بھی اس لئے ترقی کی راہ پر گامزن ہوئیں کہ وہ باقاعدہ تعلیم سے جڑی ہوئی ہیں، بدقسمتی سے اسکولی تعلیم کی سطح پر اردو کو سخت مشکلات کا سامنا ہے، جبکہ پرائمری اور سکینڈری سطح کے اسکولوں میں ہی اردو تعلیم کا نظم ہی اردو کے ہمہ جہتی فروغ کا ضامن ہے۔

اردو کے فروغ کے لئے اسکولی سطح پر اردو کی تدریس کی اہمیت جگ ظاہر ہے، کیوں کہ اسی بنیاد پر اردو کی ترقی کی عمارت قائم ہوتی ہے، اسی لئے حکومت بہار نے تمام اسکولوں میں اردو کی تدریس کا انتظام کر رکھا ہےلیکن اگر ہم جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ عام طور پر اسکولوں میں اردو کی تعلیم انتہائی خستہ حالت میں ہےجس کی سب سے بڑی وجہ اردو اساتذہ کی منظور شدہ تعداد کے مطابق تقرری کا فقدان ہے، اردو کی تدریس کے لئے ضروری تعداد اساتذہ بحال نہیں کئے جاتے، یا پھر اردو میں تربیت یافتہ اساتذہ بہت کم دستیاب ہوئے ہیں، ظاہر ہے جب پڑھانے والے ہی نہ ہوں تو پھر اس زبان کی تدریس کیسے ممکن ہوگی؟ اس کے لئے صرف حکومتی نظام کو قصوروار نہیں ٹھہرایا جاسکتا، بلکہ یہ بھی اہم ہے کہ تدریس کے پیشہ میں دلچسپی رکھنے والے اردوکے جانکار حضرات کو بطور معلم اردو تربیت حاصل کرنے کی طرف راغب کیا جائے، کیونکہ ایسا نہیں ہے کہ اردو تربیت یافتہ اساتذہ کے لئے مواقع کی کمی ہے بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اردو مضمون سے تربیت حاصل کرنے والے امیدواروں کے لئے دگر مضامین کے طلبہ سے زیادہ مواقع ہیں چوں کہ اردو اختیار کرنے والوں کی تعداد محدود ہوتی ہے اور عام طور پر ایک خاص طبقہ سے ہی آتے ہیں۔

اسکولی سطح پر اردو کی تدریس موثر ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ تدریسی مواد اردو میں فراہم کیا جائے، ہمارے صوبہ بہار میں اردو زبان کی کتاب چھوڑ کر باقی درسی مضامین اردو میں ناپید ہیں، مثلا: ہمارے ہاں

پرائمری اورسکینڈری سطح پرماحولیات،سائنس، علم سماجیات ،علم الحساب ،معاشیات علم طبیعیات اور علم کیمیاوغیرہ کی کتابیں اردو میں دستیاب ہی نہیں ، پڑھنے اور پڑھانے کی بات تو دور۔ ان مضامین کی کتابیں سرکاری سطح پر تو شائع نہیں کی جاتیں ۔ خود اردو والوں کی طرف سے بھی ان مضامین میں اردو کی کتابیں تیار کرنے کا رجحان نہیں، ایسی صورت حال میں اردو کی تدریسی تشنہ اور ناقص ہے۔ اگر صرف اردو زبان وادب کی تدریس کی بات کی جائے تو اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ پرائمری سے لے ہائرسکینڈری تک کا سرکار بہترین اردو نصاب تیار کرایا ہے، لیکن ان کی تدریس صحیح ڈھنگ سے اس نہیں ہوتی پاتی کہ اردو عہدہ پر بحال ہمارے بیشتر اساتذہ اس کی تدریس کی اہلیت نہیں رکھتے یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔ جسے ہم نظر انداز نہیں کرسکتے اردو اساتذہ کو اس سمت میں مخلصانہ محنت کرنی چاہئے، محض اردو کا رونا اور سرکار سے گلہ وشکوہ اردو کی ترقی کا خواب پورا نہیں ہوسکتا۔

اسکولی سطح پر اردو کی تدریس کے تعلق سے یہ کچھ بیرونی مسائل تھے۔ جہاں تک داخلی مسائل کی بات ہے تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اردو اساتذہ تدریس کے جدید تکنیک سے عام طور پر ناواقف ہیں، آج جہاں ابتدائی سطح پر زبانوں کی تدریس کی نت نئی تکنیک آچکی ہے، ہر دن محققین تدریس کا نیا نیا اسلوب دریافت کررہے ہیں جبکہ اردواساتذہ آج بھی روایتی انداز میں ہی اردو پڑھاتے ہیں، زبان کی تدریس کے لئے جدید معاون اشیاء مثلا: لینگویج لیب،پروجیکٹر آڈیو ویڈیونظام وغیرہ جو طلبہ وطالبات میں درس کا دلچسپ بناتے ہیں، اردو اساتذہ ان سے نابلد ہیں۔

ابتدائی مراحل میں اردو کی تدریس میںایک مسئلہ خود اردو زبان کی ساخت وبناوٹ سے تعلق رکھتا ہےہم جانتے ہیں کہ ہر زبان دوسری زبان سے مختلف ہوتی ہےہرزبان کا اپنا ایک طرز بیان ہوتا ہے۔اس لئے ہرزبان کی تدریس کا طریقہ بھی مختلف ہے، اسکولوں کی سطح پر مشاہدہ یہ ہے کہ حکومت ہندکے سہہ لسانی فرمولے کے تحت قومی زبان ہندی ،انگریزی اور اردو یاکوئی اور علاقائی زبان تمام ایک اسلوب انداز میں طلبہ وطالبات کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔جو بالکل غیر فطری ہے۔ ایک بات اور اردو زبان میں ہم شکل حروف کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں محض نقطوں کے ذریعہ فرق ہوتا ہے۔اساتذہ کے لئے ضروری ہے کہ نقطوں کے فرق سے حرف کے فرق کو اس طرح سمجھائیں کہ ان کے دماغ میں کوئی الجھن نہ ہو۔دیکھا یہ جارہا ہے کہ ہمارے اسکولوں سے زبان کی تدریس کا ایک اہم گوشہ املا نویشی کا رواج ختم ہوتا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے طلبہ وطالبات اردو املا کی مبادیات سے ناواقف ہیں۔ اور وہ آگے چل کر املا کی فاش غلطی کرتے ہیں۔

ایسے طلبہ وطالبات جن کے مادری زبان اردو نہیں ہے، انہیں اردو پڑھانا ایک بڑا چیلنج ہےضروری ہے کہ ایسے طلبہ وطالبات کے لئے خصوصی نصاب تعلیم تیارکیا جائے اور خاص طور سے انہیں ہدف بنا کراساتذہ کو تربیت دی جائے۔

اسکولی سطح پر اردو کی تدریس حالیہ میں بڑی گراوٹ آئی ہے ، میں خود اپرپرائمری میں اردو کے عہدہ پر بحال ہوں، میننے اپنے اسکول میں مشاہدہ کیا ہے کہ طلبہ وطالبات اردو پڑھنے میں دلچسپی نہیں لیتے۔میں نے جب سبب

جاننے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ ان طلبہ وطالبات کے سر پرست حضرات کی طرف سے اردو سیکھنے کے لئے حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ ایسے سرپرست حضرات جو خودکو اردو والا کہتے ہیں، اردو کے نام کی دہائی دیتے ہیں وہ خود اپنے گھروں میں اردو کا ماحول نہیں بناتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ اردو میں دلچسپی ان بچوں کا مستقبل خراب کردے گی اس لئے وہ اپنے بچوں کو اردو کے علاوہ مضامین میں مہارت رکھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ نتیجتاً بچے اسکول میں اردو کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے۔ ایسے سرپرست حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہرلعل نہرو خوب اچھی اردو جانتے تھے جبکہ عالمی طور پر وہ ایک انگریزی ادیب ومصنف کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں۔ حالیہ دنوں میں سابق وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ بھی شامل ہے جو معاشیات کے بین الاقوامی ماہرین میں شمار ہوئے اور ان کی اردو بھی شہرت رکھتی ہے، مثالیں بے شمار ہیں۔ اس لئے گارجین حضرات کو چاہئے کہ اپنے بچیں اور بچیوں کو اردو سیکھنے کی ترغیب دیں۔

ANS 03

اس نظامِ تعلیم نے طبقاتی کشمکش کو جنم دینے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ پاکستان کو وجود میں آئے ۶۵ برس ہو چکے ہیں مگر ہم اب تک اس خرابی کی صورت کو رفع نہیں کر سکے اور دین و مروت کے خلاف سازش کو بظاہر سمجھنے کے باوجود ختم نہیں کر پائے۔ طبقاتی نظام کے باعث اردو کی تدریس و تعلیم صرف ایک طبقے تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ طبقہ وسیع ہونے کے باوجود کمزور اور بے اختیار ہے جو اس نظامِ تعلیم کے شکنجے سے نکلنے کی خواہش رکھنے کے باوجود بے بس اور مجبور ہے۔ ہم نے اب تک جتنے بھی تجربات کیے ہیں اس نظام کے اندر رہتے ہوئے کیے ہیں۔ نصابِ تعلیم کئی مرتبہ تبدیل ہوا ہے مگر تبدیلیاں ایک خاص طرح کے خاص دائرے سے باہر نہیں ہوتیں اور ان تبدیلیوں کے لیے صرف اسی نصابِ تعلیم کا انتخاب کیا جاتا ہے جو ایک کمزور اور بے اختیار طبقے کے لیے رائج ہے۔ ملک کا طاقتور طبقہ اپنے تعلیمی اداروں میں اپنے غیر ملکی آقائوں کی زبان اور افکار پر مبنی نصابِ تعلیم رائج کر کے حکمرانہ ذہنیت پیدا کرنے میں مصروف ہے۔ اس طرح ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہونے والے ملک کے اندر ہی غلامی اور آزادی کے واضح تصورات پروان چڑھ رہے ہیں۔ ہم یہ بھول چکے ہیں کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کا تصور عالمِ اسلام کے مفکرِ اعظم نے پیش کیا تھا اور جس کے قیام کا محرک دو قومی نظریہ تھا۔ اگر ہم نظریہ پاکستان کے تشکیلی عناصر پر غور کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ یہ نظریہ دو اجزاء کے ملاپ سے وجود میں آیا ہے ایک ہمارا دینِ اسلام اور دوسرا ہماری زبان اردو— اگر دونوں میں سے ایک کو اس نظریے سے خارج کر دیا جائے تو اس کی عمارت منہدم ہو جائے گی۔ لہٰذا ہمیں ان دونوں عناصر کا تحفظ کرنا ہو گا۔

اور یہ تحفظ ایک نئے انداز کے نصابِ تعلیم کو مرتب کیے بغیر ممکن نہیں ایک ایسا نصابِ تعلیم جس میں اردو بولنے، پڑھنے، لکھنے اور سمجھنے کو نظریہ کی تفہیم و تحفظ کا ذریعہ بنایا گیا ہو۔ ابتدائی درجوں میں جب ایک بچہ الف ب سے آگے بڑھے گا تو اس کے دینی اور حب الوطنی کے تصورات بھی اس کی ذہنی استعداد کے ساتھ

ساتھ آگے بڑھیں گے۔ الف سے اللہ کہنے والے چار پانچ سال کے بچے کو یہ معلوم ہو جائے گاکہ اس کا کوئی خالق ہے جس کی پوری کائنات پر حکومت ہے۔ یہ پہلا سبق اگر اس کی سمجھ میں آ گیا تو اپنے دین سے دور نہیں جا سکے گا۔ چھوٹے بچے کو ابتداء ہی سے اردو کی اہمیت سے آشنا کیا جائے اور غیر محسوس طریقے سے یہ باور کرایا جائے کہ اردو سے محبت اصل میں وطن سے محبت ہے۔ نصابی کتب کی تیاری کے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ اسے کس سطح کے بچوں کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ اس وقت عام تعلیمی اداروں میں اردو اعلیٰ ثانوی درجوں تک ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے۔ اگر اس مضمون کی نصابی کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہو گا یہ کتب انتہا ئی عجلت میں بغیر سوچے سمجھے مرتب کی گئی ہیں۔ کسی ایک کتاب کے مکمل مطالعے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آخر ساری کتاب پڑھانے کا مقصد کیا ہے۔ جماعت نہم کے لیے اردو کی ترتیب دی ہوئی کتاب پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے مجھے یہ احساس ہوا کہ ۱۴/۱۳سال کے بچے کو ایک استاد کس طرح بتائے گا کہ غزل کیا ہوتی ہے۔ غزل کے لفظی معنی اور اس کے مضامین کی وسعت کوکیسے سمجھا سکے گا۔ جب کہ یہی بات ایم اے کی سطح پر پڑھانے والا ایک استاد بھی کما حقہ نہیں سمجھا پاتا۔ اس کتاب میں بہت سے مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں۔ کتاب کا آغاز سرورِ کائنات ﷺ کی سیرت کے حوالے سے ایک مضمون سے ہوتا ہے۔ اس مضمون سے کچھ فاصلے پر مرزا کے عادات و خصائل کے عنوان سے مولانا حالی کی تحریر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غالب رمضان المبارک میں ایک روزہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ اس مقام پر نویں جماعت کا ایک معصوم طالب علم یہ سوال کر سکتا ہے کہ کیا مرزا غالب مسلمان نہیں تھے؟ استاد اس سوال کا جو جواب بھی دے بچہ اس سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اسی طرح کے تضادات اور الجھنیں اس وقت رائج تمام نصابی کتابوں میں ملتی ہیں۔ اعلیٰ ثانوی درجوں کے لیے نیشنل بک فائونڈیشن کی تیار کی ہوئی کتاب سرمایۂ اردو کا حال یہ ہے کہ ہر صفحے پر املا کی اور کمپوزنگ کی غلطیاں ہیناور کتاب میں ایسے اسباق شامل ہیں جن کی وجہ سے واقعی ایک سائنس کا طالب علم اردو کو اپنے لیے بارِ گراں سمجھنے لگتا ہے۔ ایک نجی ادارے کی شائع کردہ آٹھویں جماعت کے لیے اردو کی کتاب اگرچہ اس لحاظ سے قابلِ تحسین کوشش ہے کہ وہ ایک نظریاتی ملک کی کتاب محسوس ہوتی ہے مگر اس کے مضامینِ نظم و نثر آٹھویں جماعت کے طلبہ کی ذہنی استعداد سے کہیں زیادہ بوجھل ہیں۔ مثلاً اس کتاب میں میر انیس کی رباعیات بھی شامل ہیں۔ ایسی نظمیں شامل ہیں جو ایک عام قسم کا شاعر بھی صحت کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا۔ بہت زیادہ مشکل الفاظ اور تراکیب کی وجہ سے اس کتاب کے مضامین نظم و نثر بچوں کی ذہنی استعداد سے مطابقت نہیں رکھتے۔

میری ان گزارشات کا مطلب یہ ہے کہ بچے کو بچہ سمجھا جائے اور اس کی ذہنی استعدادکا خیال رکھتے ہوئے اس کے لیے نصاب مرتب کیا جائے ورنہ وہ اسے بوجھ سمجھتے ہوئے راہِ فرار اختیار کرے گا۔ نصابی کتابوں میں تحریکِ پاکستان سے متعلق تو اکا دکا مضامین نظر آ جاتے ہیں مگر تاریخِ پاکستان کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ مثلاً ۱۹۷۱ء میں پاکستانی قوم ایک ایسے سانحے کا شکار ہوئی جو پوری دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ

عبرت ناک تھا۔ اس سانحے اور اس کے اسباب کا کسی درسی کتاب میں ذکر نہیں ملتا۔ اس طرح ہمارے آبائو اجداد کے درخشاں کارناموں کو بھی بہت کم جگہ دی گئی ہے۔ اس طرح قومی زبان کی تدریس و تعلیم کو غیر ضروری اور مشکل بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا۔ بلا شبہ ہماری درسی کتب طلبہ میں اردو کی تعلیم کا شوق پیدا کرنے میں ناکام ہیں۔

اس طرح ہمارے اساتذہ کے رویوں کا جائزہ لیا جائے تو وہ بھی اس کارِ خیر میں شریک نظر آتے ہیں۔ طلبہ کے لیے اپنے استاد کی شخصیت ایک نمونۂ عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ وہ غیر معیاری اداروں کی شائع کی ہوئی غیر معیاری گائیڈز کا خود بھی مطالعہ کرتے ہیں اور طلبہ کو بھی مشورہ دیتے ہیں ۔ اس طرح وہ اپنے لیے بظاہر آسانی پیدا کر لیتے ہیں مگر ان کے اس عمل سے طلبہ میں اپنی قومی زبان سے محبت کے جذبات پیدا نہیں ہو سکتے۔ وہ ایک بے گار سمجھ کر محض امتحان میں کامیاب ہونے کے لیے حسبِ ضرورت اردو پڑھتے ہیں۔ اس ساری صورتِ حال کا سبب تدریسِ اردو کے مقاصد کا غیر واضح ہونا اور قومی تقاضوں سے ان کی عدم ہم آہنگی ہے۔ میں آخر میں یہ گزارش اور سفارش کروں گا کہ نئی نسل کو اردو پڑھانے کے مقاصد کو قومی تقاضوں کے مطابق از سرِ نومتعین کیا جائے۔ اس سلسلے مینمحترم ڈاکٹر فرمان فتح پوری سے اتفاق کرتے ہوئے تدریسِ اردو کے مقاصد کے چیدہ چیدہ نکات پیش کرتا ہوں۔

۱۔ طلبہ کو اردو بولنا، پڑھنا اور لکھنا سکھانا۔

۲۔ اردو کے ذریعے ان میں صحیح اظہارِ خیال کی صلاحیت پیدا کرنا۔

۳۔ اظہارِ خیال کے ذریعے بچوں کی نفسیاتی تسکین اور طمانیت کا سامان فراہم کرنا۔

۴۔ اظہارِ خیال پر قابوپانے کے لیے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرنا۔

۵۔ غور و فکر اور مشاہدہ ومطالعہ کا شوق پیدا کرنا۔

۶۔ اردو زبان و ادب کی قدرو منزلت کا احساس پیدا کرنا۔

۷۔ طلبہ کے اندر چھپی ہوئی تخیلی، تخلیقی اور استحسانی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا۔

۸۔ پاکستانیت، آزادی اور سا لمیت کا تحفظ کرنا۔

۹۔ پاکستانیوں کو باہم تبادلہ خیال کے لیے مشترکہ ذریعہ مہیا کرنا۔

۱۰۔ مشترکہ ذریعہ اظہار کے توسط سے سیاسی و قومی یکجہتی پیدا کرنا۔

۱۱۔ عام معاشرتی زندگی میں سہولتیں پیدا کر کے کامیاب زندگی گزارنے کارستہ دکھانا۔

۱۲۔ ہم زبانی و ہم خیالی کے ذریعے پاکستانی قومی کردار کی تشکیل کرنا۔

۱۳۔ اساسی قدروں اور روایات کو محفوظ رکھنا اور فروغ دینا۔

۱۴۔دینی علوم کی ترقی و اشاعت میں آسانی پیدا کرنا۔

۱۵۔ موجودہ علمی ، ادبی تخلیقی و تحقیقی سرمائے کو محفوظ رکھنا اور اس میں روز بروز اضافہ کرنا۔

۱۶۔ زبان و خیال میں ہم آہنگی پیدا کر کے حصولِ تعلیم کو آسان بنانا۔

۱۷بلند پایہ مفکر، ادیب، شاعر، سائنسدان، ڈاکٹر ، انجینئیر، ریاضی دان اور ماہرین پیدا کرنا۔

۱۸۔ اپنی چیزوں کی اہمیت کا احساس دلا کر ذہنی غلامی سے نجات دلانا۔

۱۹۔ وطن ، قوم اور مذہب کی اہمیت کا احساس دلانا اور ان کی خاطر ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنا۔

۲۰۔ ملک و قوم کو روحانی اور مادی ترقی کے ذریعے زیادہ سے زیادہ مہذب اور شائستہ بنانا۔

ایک نظریاتی ملک میں یہی تدریسِ اردو کے مقاصد ہیناور یہی ہمارے قومی تقاضے ہیں۔ بہر حا ل میں جو مزید کہنا چاہتا ہوں علامہ اقبال کے ان اشعار کے ذریعے عرض کرتا ہوں۔

زندگی کچھ اور شے ہے، علم ہے کچھ اور شے

زندگی سوزِ جگر ہے، علم ہے سوزِ دماغ

علم میں دولت بھی ہے، قدرت بھی ہے لذت بھی ہے

ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ

اہلِ دانش عام ہیں کم یاب ہیں اہلِ نظر

کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ

ANS 04

یوں تو ہر نئے سیکھنے والے کے لیے رسم خط ایک مسئلہ ہوتا ہے مگر اردو رسم خط کے جو مسائل ہیں ان کی نوعیت جداگانہ ہے ۔جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر زبان کی اپنی مخصوص آوازیں ہوتی ہیں اور یہی آوازیں لفظ بن کر مخصوص تہذیب کی نمائندگی کرتی ہیں۔جن طالب علموں کو ذہن میں رکھ کر تلفظ کے مسئلے کا ذکر کر رہا ہوں وہ بہت حد تک اس مخصوص تہذیب اور اس زبان کی آوازوں سے واقف ہوتے ہیں البتہ چند آوازیں ایسی ہیں جن میں تمیز کرنا ان کے لیے بہت مشکل ہے ۔جن کی کئی وجہیں ہوسکتی ہیں ۔

ایسے طالب علم عام طور پر ج اور ز کی آوازوں کو تو ضرو ر جانتے ہیں یہ اور بات ہے کہ ان کی ادائیگی وہ صحیح طور پر نہیں کر پاتے یا ان میں تمیز نہیں کر سکتے ۔لیکن یہ دشواری تمام طالب علموں کے ساتھ نہیں کیونکہ ان میں سے تقریباًسبھی ایسے ہوتے ہیں جو انگریزی جانتے ہیں ۔اس لیے J اور Z کے فرق کو محسوس تو کرتے ہیں مگر اسے اپنی گفتگو میں کس قدر برتتے ہیں یہ الگ مسئلہ ہے۔ اردو رسم خط میں Z کی آواز کے لیے بالترتیب ذ ۔ ز۔ ض۔ظ چار حروف ہیں ۔ یہ آوازیں ان کے لیے کیوں کر پریشان کن ہوتی ہیں اس پہلو پر غور فرمائیں ۔ ان چاروں آوازوں (ذ ۔ ز۔ ض۔ظ) کے فرق کو ہم اور آپ بخوبی اپنی تحریروں میں ملحوظ رکھتے ہیں مگر کیا بول چال کی زبان میں خود اردو والے (جن کی مادری زبان اردو ہے) ان آوازں کے فرق نمایاں کر پاتے ہیں ؟میں قطعی طور پرنفی یا اثبات میں کچھ نہیں کہتا مگر آپ کسی ایسے جملے کو لیں جس میں یہ مختلف آوازیں شامل ہوں مثلاً

" استادا گر اپنی ذمہ داریوں اور اپنے فرائض کو سمجھیں تو مجال ہے کہ کوئی نظر بھی اُٹھا سکے یا باز پرسی کی ہمت کرے۔" آپ خود اس جملے کو دُہرائیں ۔اس جملے میں پانچ آوازیں موجود ہیں مگر بیشتر حضرات کے تلفظ سے سوائے ج اور ز کے کوئی فرق نمایاں نہیں ہوگا۔ اسی طرح ع کی آواز کو دیکھیں جب ہم جمعہ ، وعدہ ،طبیعت ، جمع وغیرہ بولتے ہیں تو کیا ع کی آواز کو پورے طور پر واضح کر پاتے ہیں یا خطاب ، خطا ، خط ، اور تماشہ ،تمام ، تاریک وغیرہ میں تلفظ کے لحاظ سے ط اور ت میں کیا فرق کرتے ہیں ؟ نئے سیکھنے والوں کے لیے یہی پریشانی کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جو چیزیں Practice میں ہوتی ہیں ان کا سیکھنا اور سکھانا آسان ہے لیکن جو Practice میں نہیں ہیں ان کا سیکھنا سکھانا دونوں مشکل ہے۔ اسی لیے نو خواندہ اور نو آموز طلبہ اکثر پوچھتے ہیں کہ ایک ہی حرف کے لیے اتنے حروف کی کیا ضرورت ہے ؟انھیں مطمئن کرنا ایک بڑا مسئلہ ہے جب تک اُن کو اِن آوازوں کے طریقِ ادائیگی اور مخارج کی باریکیوں سے آپ بخوبی واقف نہ کرائیں گے وہ مطمئن نہیں ہوں گے اور یہی باریکیاں اردو کی نزاکتیں بھی ہیں اور حُسن بھی لہٰذا یہ مسئلہ خصوصی توجہ کا متقاضی ہے ۔

سوال یہ ہے کہ جس زبا ن سے ہم نے اِن آوازوں کو لیا ہے وہا ں تو باقاعدہ فنِ تجوید موجود ہے ، جہاں تمام تر نزاکتوں کو بخوبی برتنے کی تعلیم دی جاتی ہے ۔مگر ہم ہندستانی مزاج کے مطابق تلفظ کرتے ہیں لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ ہمارے اساتذہ یا اہلِ زبان اِن باریکیوں کو نہیں سمجھتے ہیں یا نہیں برتتے ہیں مگر کلا س روم میں جہاں طلبہ کی اچھی خاصی تعداد موجود ہوتی ہے وہاں ان کی افہام و تفہیم اور مشق کے لیے کون سا طریقہ اپنایا جائے جو مفید ہو اس پر بھی غور کرناچاہیے۔

طریقِ کار:

۱۔ اوّل تو یہ کہ استاد اِن آوازوں کو خود ادا کریں اور طلبہ اس کو دُہرائیں پھر لفظوں کے ذریعے ان آوازوں کے طریقِ استعمال اور طریقۂ ادائیگی کو سمجھایا جائے۔ساتھ ہی بلیک بورڈ پر نقشے کے ذریعے ان کے مخارج کی نشاندہی کی جائے ۔اب تک زبان کی تعلیم و تدریس کے سلسلے میں انھی طریقوں کو بروئے کار لایا جا رہاہے لیکن اگر ہم اس کے لیے جدید سمعی اور بصر ی امدا د کا بھی استعمال کریں تو کم سے کم وقت میں خفیف سے خفیف فرق کو بخوبی سمجھا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں جدید Language Lab اور Video, Audio کیسٹ وغیرہ کے استعمال کا اہتمام کرنا چاہیے اور نصاب میں ایسے اسباق شامل کیے جانے چاہیئے جن میں ان حروف مثلاً ص، ض ، ط ، ظ، ع ، غ ، ذ ، ز ، ژ وغیرہ کے لیے الگ الگ اسباق مختص ہوں اور کثیر الاستعمال الفاظ کو ان اسباق میں شامل کیا جانا چاہیئے اور معلم کی یہ کوشش رہے کہ طلبہ ان آوازوں کے مخارج کو بھی سمجھیں اور ان کی ہجے بھی یاد کریں تاکہ جب ان سے املا (Dictation) لکھوائی جائے تو آوازوں کے مخارج سے حروف کو پہچان سکیں اور املا میں غلطی نہ کریں ۔الفاظ کی ہجے یاد کرانے میں اس بات پر زور دیا جائے کہ طلبہ الفاظ کو پورے Figure کے ساتھ ذہن نشیں کر نے کی کوشش کریں ۔

۲۔ دوسرا مسئلہ رسمِ خط کا ہے ۔ اردو رسمِ خط کے سلسلے میں بھی اسی طرح کی پریشانیا ں سامنے آتی ہیں ۔مثلاً زبا ن کی تدریس میں بولنے ، سننے اور پڑھنے کے علاوہ لکھنے کا عمل بھی نہایت اہم ہے جس پر خصوصی توجہ دی جانی چاہیئے ۔اردو چونکہ مختلف طریقوں سے لکھی جاتی ہے مثلاً خطِ نسخ ، خطِ شکستہ اور نستعلیق وغیرہ ساتھ ہی کتاب کی تحریر اور ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر میں بھی کافی فرق ہوتا ہے جو طلبہ کے لیے پریشانی کا سبب ہوتا ہے ۔کیونکہ ان دونوں طرح کی تحریروں سے طلبہ کو بیک وقت سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ استاد کے ذریعے بلیک بورڈ پر لکھے ہوئے حروف اور الفاظ ،کتاب کے حروف اور الفاظ سے بہت حد تک مختلف ہوتے ہیں ۔لہٰذا اس سلسلے میں بھی غور وفکر کی ضرورت ہے کہ پڑھاتے وقت اور بلیک بورڈ پر لکھتے وقت استاد کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ رواں تحریر نہ لکھے بلکہ اگر کتابت کے اصول و ضوابط سے واقف ہو تو زیادہ مناسب ہے ۔یا کیا نئے سیکھنے والوں کے لیے رواں تحریر میں لکھی ہوئی کتاب تیار کی جانی چاہیے یہ بھی قابلِ غور ہے۔

۳۔ اس کے علاوہ ایک بڑا مسئلہ الفاظ کی شناخت کا بھی ہے کیونکہ وہ جس رسمِ خط کو جانتے ہیں میری مراد ہندی اور انگریزی سے ہے ، یہاں الفاظ جداگانہ طور پر بآسانی پڑھے جا سکتے ہیں کیونکہ ہندی میں ایک لفظ کے مختلف حروف کے اوپر ایک لکیر کھینچ دی جاتی ہے۔ اس طرح ایک لفظ دوسرے لفظ سے واضح طور پر الگ ہو جاتا ہے اور انگریزی میں ایک لفظ اور دوسرے لفظ کے درمیان مناسب فاصلہ ہوتا ہے اور ایک لفظ کے تمام حروف باہم مربوط ہوتے ہیں۔اردو میں بھی اگرچہ اس طرح کا اہتمام ہے مگر بہت واضح نہیں بالخصوص مرکب الفاظ میں اور بعض اوقات ہم شکل حروف و الفاظ میں قرأت کی پریشانی تو بہر حال ہوتی ہے مثلاً " یہ منزل دورودرازاور بہت کٹھن ہے ۔" اس جملے میں "دورودرازاور " کو پڑھنے میں نئے طالب علموں کو کئی طرح کی پریشانی ہوتی ہے ۔ اوّل تو یہ کہ کون سے حروف ایک دوسرے سے مل کر پڑھے جائیں گے اور کون سے حروف مصوتے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں ۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر اصل مقصد تو اس طرح کے مسائل کا حل پیش کرنا ہے ۔ اس سلسلے میں اگر مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے تواس طرح کے مسائل کے حل میں مدد مل سکتی ہے۔

تجاویز:

۱۔ ابتدائی سطح کے نصاب کی کتابوں کی کتابت اور طباعت کا خاص اہتمام ہو جس میں ایک لفظ سے دوسرے لفظ کے درمیان مناسب فاصلہ رکھاجائے ۔

۲۔ اعراب یعنی مختلف آوازوں کے لیے جو علامتیں مخصوص ہیں ان کا خصوصی طور پر اہتمام کیا جائے ۔ اور ابتدائی سطح کی کم ازکم دو تین کتابیں جو یکے بعد دیگرے ان کو پڑھا ئی جانے والی ہیں ان سبھوں میں اگر اعراب کا استعمال ہو تو اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ان کے پاس الفاظ کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو جائے گااور وہ الفاظ ان کو ازبر بھی ہو جائیں گے اس کے بعد اگر ان کے سامنے ایسی کتاب آئے گی جن میں اعراب کا استعمال کم سے کم بھی ہو تو اسے پڑھنے میں نو آموز طلبہ کو اتنی پریشانی نہیں ہو گی ۔

۳۔ اردو کی ایسی آوازیں جو ان کے لیے بالکل نئی ہیں اور جن کی ادائیگی میں بھی خفیف فرق موجود ہے اسے سکھانے کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ طلبہ سے اس طرح کی آوازوں پر مشتمل الفاظ کی زیادہ سے زیادہ مشق کرائی جائے کہ ان کی ہجے یاد کر لیں اور اس طرح کے الفاظ کی شکلیں ان کے ذہن نشیں ہو جائیں۔

۴۔ اس مقصد کے حصول کے لیے صوتی عمل گاہوں کا استعمال اور سمعی اور بصری امداد کا بھی سہارا لیا جائے اور تلفظ ، قواعد ، لفظ و معنی اور اسلوب کو ذہن میں رکھ کر ایسی مشقیں تیار کی جائیں جن کی مدد سے طالب علم زبان کی نزاکتوں ، لطافتوں کو اپنے تلفظ اور لب ولہجے کے ذریعے اپنا سکیں ۔

۵۔ ایسے طا لب علموں کو اردو سکھانے کے لیے اگر ہم سنوانے ،بُلوانے، پڑھوانے بعد ازاں لکھوانے کے اصول کو سامنے رکھیں تو زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں ۔

۶۔ اردو رسمِ خط کی خوبی اور آسانی سے لکھی جانے کی ادا کو زیادہ واضح طور پر بتانا چاہیئے کہ اگر آپ چند بنیادی علامتوں کو سیکھ لیں تو اردو کے تمام حروف کو سیکھ لینا کوئی مشکل نہیں (علامت سے مراد آواز کو تحریر میں لانے کے لیے جن حروف کو استعمال کیا جاتا ہے) مثلاً ایک بنیادی علامت " ب " ہے پہلے اسے لکھنے کی مشق کرائی جائے اور Connected Formمیں اس کی جو مختلف شکلیں ( ) ہیں ، ان کی مشق کرائی جائے پھر نقطے کے فرق سے ایک ہی Figure کے ذریعے پانچ مختلف آوازوں کو سکھائیں اس طرح ج۔ چ ۔ح۔ خ۔ چار مختلف آوازوں کے لیے ایک بنیادی علامت اور اس کی مختلف شکلیں سکھائی جاسکتی ہیں۔ اس طرح اردو کے ہم شکل حروف کی درجہ بندی کر کے اسباق تیار کرائے جائیں تو سیکھنے کے عمل میں تیزی آسکتی ہے ۔

۷۔ ابتدائی سطح کے نصاب کی کتاب میں ایسے اسباق شامل کیے جائیں جن میں اردو مصوتوں کے صوتی نظام کو زیادہ وضاحت سے سمجھا جائے چونکہ اردو کا مصوتی نظام قدرے پیچیدہ ہے ۔اسی لیے معمولی لفظ کو بھی پڑھنے اور لکھنے میں نو آموز طلبہ کافی پریشان ہوتے ہیں مثلاً پ ، و ، ن سے ایک لفظ بنتا ہے جسے آپ کیا پڑھیں گے ذرا غور فرمائیں اِسے پُون ، پَون ، پوَن ،پو□ن بھی پڑھ سکتے ہیں ۔ ہم اور آپ سیاق و سباق سے صحیح لفظ کا تعین توکر سکتے ہیں مگر کیا نو آموز سے بھی آپ توقع کر سکتے ہیں ؟ بہر کیف یہ ایسا مسئلہ بھی نہیں جسے حل نہ کیا جاسکے۔ مصوتوں کے لیے ہمارے رسمِ خط میں ی ، ے ،ا ،اور و چار حروف شامل ہیں اس کے لیے کچھ علامتیں ہیں جو زیر ،زبر ، پیش اور ہمزہ کی شکل میں ہیں اِ ن کی مدد سے حسبِ ذیل مصوتے بنتے ہیں ۔

ANS 05

آپ اب فعال سننے کے فوائد کو جانتے ہیں. اب یہ وقت آ رہا ہے کہ آپ کی سننے کی مہارت کو کس طرح قدم سے بہتر بنانے میں مدد ملے گی.

1. اسپیکر کا سامنا

اپنے گفتگو کے شریک کا سامنا کریں. اپنے فون، گھڑی، یا دوسرے لوگوں کو مت دیکھو. جو کوئی بات کر رہا ہے اسے دیکھو، یہاں تک کہ اگر وہ لیکچر یا سیمینار کے معاملے میں آپ کو نہیں دیکھ رہے ہیں.

آپ کی بات چیت کے ساتھی کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے. آپ دوسری چیزوں کو وقت سے وقت دیکھ سکتے ہیں، لیکن اتنی کثرت سے یہ قابل ذکر ہوسکتا ہے. اگر آپ کو شخص کی آنکھوں میں عجیب لگ رہا ہے تو، اس کے بجائے ان کے کندھوں یا ان کے چہرہ کے دیگر حصوں کو دیکھو.

2. تصویر کیا بات چیت کر رہی ہے

بصریات اور ذہنی ماڈل قدرتی طور پر آپ کے دماغ میں تشکیل دیتے ہیں کیونکہ آپ معلومات کو سنتے ہیں. یہ معمول ہے، اور یہ ایک نشانی ہے کہ آپ کے حواس دوسرے شخص کو کیا کہہ رہے ہیں کا تجزیہ کرنے میں مشغول ہیں.

مطلوبہ الفاظ، تاریخوں، جملے، اور دیگر تفصیلات کو یاد رکھیں کہ آپ کو دوسری شخص کی کہانی کی صاف تصویر بنانے میں مدد ملے گی.

3. جج کو برقرار رکھنا

بعض اوقات، لوگ ان کو جواب دینے میں صرف مدد کرتے ہیں. یہ فعال سنجیدہ نہیں ہے.

آپ کی پوری توجہ سننے کا مطلب غیر جانبدار باقی ہے، اور اس بات پر کوئی رائے نہیں بناتے کہ اسپیکر آپ کو کیا بات کر رہا ہے جب تک کہ وہ بات چیت ختم کردیں.

وقت کے وقت کسی دوسرے شخص کے خیال میں منفی طور پر محسوس کرنا ناگزیر ہے، لیکن ان جذبات پر بہت لمبا نہیں رہتا. اندرونی طور پر غمگین نہ کرو اور کہو، "یقینا یہ کام نہیں کرے گا!" کیونکہ آپ کو ان منفی جذبات کو متاثر ہونے پر جلد ہی اسپیکر کے خیال کی توجہ اور تفہیم سمجھا جاتا ہے. یاد رکھیں، اچھے سننے والے نئے خیالات کے لئے کھلے ہیں یہاں تک کہ وہ ان کے عقائد سے متفق ہیں.

4. رکاوٹ مت کرو

آپ سے بات کرنے والے شخص کو رکاوٹ نہ صرف آپ کو بدترین بنا دیتا ہے، یہ آپ سے متعلق معلومات کے جذب کو محدود کرتی ہے.

دوسرے شخص کی سزائیں ختم نہ کرو، یہاں تک کہ اگر آپ سوچیں کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں. سزا جرمانہ اکثر چیزوں کو غلط سمجھتے ہیں کیونکہ وہ ان کے اپنے ٹرین کے بارے میں سوچتے ہیں- اسپیکر نہیں.

آپ کے سوالات اور بعد میں کے لئے انسداد مباحثہ محفوظ کریں، یہاں تک کہ اگر اسپیکر اپنے سوال کا صحیح موضوع پر بحث کررہے ہیں. کسی وضاحت کے وسط میں کسی کو مداخلت کر سکتا ہے کہ وہ ان کی سوچ کی تربیت سے محروم ہوجائے، اور اس کے علاوہ، امکان یہ ہے کہ آپ کے سوال یا جوابی مباحثے کو ان کی وضاحت میں بعد میں خطاب کیا جاسکتا ہے لہذا آپ کو ان کی پہلی جگہ میں مداخلت نہیں کی ضرورت ہے.

5. عکاس کریں اور واضح کریں

عکاسی اور واضح کرنے کے دو طریقے ہیں اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ آپ اور اسپیکر اسی صفحے پر ہیں.

عکاسی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے شخص نے اپنے الفاظ میں کیا کہا ہے کہ اس بات کی تصدیق کرنے کے لئے کہ آپ نے ان کے پیغام کو سمجھا، جبکہ ممکنہ غلط فہمیوں کو صاف کرنے کے سوالات کا مطالبہ کرنے کے ذریعہ ذرائع ابلاغ کی وضاحت. اسپیکرز نے سنا ہے کہ دونوں تخنیکاروں کو ہاتھ میں ہاتھ ملاتے ہیں، اور اس بات کو یقینی بنانا کہ ترجمہ میں کچھ بھی نہیں کھو گیا.

بیانات اور واضح کرنے کی مثالیں:

- "تو میں نے سنا کہ آپ کو ...."
- "میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے محسوس کیا ..."
- "ایک سیکنڈ بیک اپ، آپ کی طرف سے کیا مطلب ہے ...؟"
- "آپ کو کیا خیال ہوگا ...؟"

6. خلاصہ

خلاصہ کی عکاسی کرنے کے لئے اسی طرح کی ہے، اس کے علاوہ جب آپ خلاصہ کرتے ہیں تو آپ یہ واضح کر رہے ہیں کہ آپ اپنے موجودہ موضوع سے متعلق ہیں. جب آپ خلاصہ کرتے ہیں، تو آپ صرف اسپیکر کے مجموعی موضوع کے اہم نکات کی وضاحت کرتے ہیں، گفتگو کے اس حصے میں آپ سے پہلے واضح کرنے کے لے جانے والے منٹ کی تفصیلات زیادہ اہم نہیں ہیں.

7. شریک یا جواب دیں

آپ شاید یہ سوچیں کہ یہ پانچ اور چھ مرحلے کی ایک اور تبدیلی ہے. یہ نہیں ہے. جی ہاں، آپ وہی ہیں جو دو پچھلے مرحلے میں بات کرتے ہیں، لیکن آپ نے صرف اس بات سے بات کی ہے کہ دوسرے شخص کے پیغام کو سمجھنے کی توثیق کریں.

اب کہ آپ نے ان کے پیغام کی بہتر تفہیم حاصل کی ہے، یہ آپ کے خیالات اور جذبات کو بات چیت میں متعارف کرانے کے لئے آپ کی باری ہے. آپ کو اپنے خیالات کا اشتراک کرنے کے لئے امتیاز حاصل کرنے سے قبل آپ کو پہلے سے ہی تمام پچھلے مرحلے میں جانا ہوگا. اس طرح، اسپیکر ایسا نہیں محسوس کرے گا کہ آپ صرف اپنے ایجنڈا کو زور دے رہے ہیں کیونکہ آپ نے پہلے ہی ان کے احساسات اور خیالات کو درست کرنے کا وقت لیا.

مؤثر سننے کے لئے پرو تجاویز

- ایماندار رہو، لیکن احترام کے ساتھ اپنی رائے پر زور دیں.
- اگر آپ ڈرتے ہیں کہ آپ کی تجاویز دوسرے شخص کے اعمال کو کنٹرول کرنے کی کوشش کے طور پر دیکھے جائیں گے، تو آپ کے تجاویز کو پیش کریں، "اگر ایسا ہوتا ہے تو میں ہوں ..."